بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کا ترجمان

امیر و مبلغ انچارج : شیخ مبارک احمد

ادارہ تحریر : قریشی مقبول احمد
مفتی احمد صادق

اپریل ۱۹۸۶ء

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

النّور

منظوم دردمندانہ کلام از حضرت مصلح موعودؓ

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در سے جائیں گے ہم

تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم

ہمارے حالِ خراب پر گو ہنسی انہیں آج آ رہی ہے !
مگر کسی دن تمام دنیا کو ساتھ اپنے رلائیں گے ہم

ہوا ہے سارا زمانہ دشمن ہیں اپنے بیگانے خون کے پیاسے
جو تو نے بھی ہم سے بے رخی کی تو پھر تو بس مر ہی جائیں گے ہم

یقین دلاتے رہے ہیں دنیا کو تری الفت کا مدتوں سے
جو آج تم نے نہ کی رفاقت کسی کو کیا منہ دکھائیں گے ہم

مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم

The Ahmadiyya Gazette and **Annoor** are published under the supervision of Maulana Sheikh Mubarak Ahmad, Ameer & Missionary Incharge, U.S.A., for the **Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**, 2141 Leroy Place, N.W., Washington, D.C., 20008. Phone: (202) 232-3737

Printed at the Fazl-i-Umar Press, and distributed from Athens, Ohio 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. BOX 338
ATHENS, OHIO 45701

Non Profit Org.
U.S. POSTAGE
PAID
ATHENS OHIO
PERMIT #143

پردہ۔ فطرت کے آئینے میں!

زنگارنگ مٹھائیوں کے بڑے بڑے تھال نہایت قرینے کے ساتھ اپنے سامنے اور ارد گرد رکھے حلوائی ایک چوکی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ ایک لمبا سا مورچھل اس کے ہاتھ میں تھا۔ جسے وہ کبھی کبھی غیر شعوری طور پر یوں ہلاتا تھا کہ وہ سارے تھالوں کے اوپر سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوم جاتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "آپ نے یہ جالی مٹھائیوں پر کیوں ڈال رکھی ہے؟ کیا اس سے آپ کی ان دیدہ زیب اور دلانگیز مٹھائیوں کی خوش منظری اور باصرہ نوازی میں فرق نہیں پڑتا؟" اس نے کہا "فرق تو ضرور پڑتا ہے اور ان کی خوشنمائی پر ایک پردہ پڑ جانے سے راہگیروں کی نگاہوں اور ذوقوں اور جیبوں کیلئے ان کی کشش کم ہو جاتی ہے لیکن انہیں مکھیوں کی یورش اور گرد و غبار سے بچانے کیلئے جالی ڈالنا بہت ضروری ہے ورنہ مٹھائیاں داغدار ہو جاتی ہیں" میں نے کہا "جب مٹھائیوں کو جالی سے ڈھک دینے سے یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو پھر آپ بار بار مورچھل کیوں ہلا رہے ہیں؟" وہ مسکرایا اور کہنے لگا "یہ تو درست ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ محض جالی سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ مکھیاں جالی کے اوپر بیٹھ جاتی ہیں اور گند پھیلاتی ہیں اور میرے اطمینان قلبی کو ٹھیس لگتی ہے!"

مٹھائی کی حفاظت کے لئے جالی ضروری ہے اور جالی کے باوجود مورچھل ضروری ہے اور مکھیاں ہر حال مکھیاں ہیں میں اس مسئلہ پر غور کرتا آگے بڑھ گیا۔!

مجھے کچھ بادام خریدنا تھے۔ ڈرائی فروٹ کی ایک دوکان سے میں نے بادام خریدے اور ہینڈ بیگ میں ڈال کر فٹ پاتھ پر ہو لیا۔ بادام مجھے بہت مرغوب ہیں بازار میں چلتے چلتے کچھ کھانے کی تہذیب اور بدتہذیبی کو نظر انداز کرتے ہوئے میں نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک بادام نکالا، دانتوں میں دبا کر اسے توڑا اور مغز منہ میں ڈال لیا۔ مغز کتنا خوش ذائقہ تھا۔ اور کتنی لطافت تھی اس میں۔ جب وہ میرے کام و دہن کو لطف و سرور بخشتا حلق سے نیچے اتر رہا تھا۔ چھلکا ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا۔ وہ کتنا سخت اور کتنا دبیز تھا۔ میں نے اپنے تحت الشعور سے سوال کیا کہ "اس لطیف اور ملذذ مغز کے اوپر یہ چھلکا کیوں تھا؟" فطرت نے میرے دماغ کے جھروکے میں سے جھانکتے ہوئے کہا "یہ میرا تقاضا تھا اور تم یاد رکھو! ہر لطافت ایک دبیز چھلکا چاہتی ہے!!"

آگے تازہ فروٹ کی دوکان تھی جس میں سنگترے مالٹے، ناشپاتی اور موسم بے موسم کے پھل بڑے بڑے ٹوکروں میں تہ در تہ، اور قطار اندر قطار رکھے تھے۔ بادام کھانے کے تجربے سے مجھے ان چیزوں کی قدرتی ساخت سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی مغز اور چھلکا میرے لئے بطور خاص وجہ کشش اور موجب تحقیق تھے۔ دوکاندار نے کچھ تربوز کاٹ کر رکھے تھے۔ جن کا سرخ عنابی اور گلگونی رنگ بیحد نظر نواز تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ قاشوں میں سے رنگ رس چھلکا ہی چاہتا ہے بے اختیار قدم ادھر کو اٹھ گئے۔ چند قاشیں خریدیں اور مزا لے کر کھائیں اور قاشوں کے موٹے موٹے چھلکے ایک طرف پھینک دیئے۔ موٹے موٹے چھلکے جو تربوز کے اس سرخ عنابی، گلگونی اور شیریں اور نظر نواز گودے کے محافظ تھے۔!

پاس ہی خربوزوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ایک گاہک آیا اس نے چند خربوزے چھانٹ چھانٹ کر تلوائے اور تسلی کے لئے ایک خربوزے کو چھری سے کاٹا۔ وہ "کھانا" نکلا اس میں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے کلبلا رہے تھے۔ گاہک نے خربوزے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے یونہی سوال کیا "یہ کیوں" اس نے کہا "اس میں کیڑے ہیں" میں نے پوچھا "کیڑے کیسے پڑ گئے اس میں؟" اس نے کہا "اس طرف کا چھلکا نرم ہو گا۔ کیڑے سیندھ لگا کر اندر گھس گئے"، میں نے ذوق تجسس سے اس کٹے ہوئے کرم خوردہ خربوزے کا ٹکڑا اٹھایا۔ اف بیشمار کیڑے تھے جو ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور مسلسل بے چینی کے ساتھ مصروف حرکت تھے۔ میں نے خربوزے کے بیرونی حصہ کا جائزہ لیا۔ کوئی سوراخ نظر نہ آیا۔ کوئی سیندھ نہ تھی جس میں کیڑوں کے اندر گھسنے کا سراغ ملتا بس وہی اس گاہک والی بات ہی قرین عقل معلوم ہوتی تھی کہ ایک طرف کا چھلکا نرم تھا اور

کیڑوں کو اندر گھسنے کا موقع مل گیا۔!

یہاں پھر وہی سوال میرے سامنے تھا۔! یعنی نرم چھلکا — اور کیڑے! اور میں سوچنے لگا۔ کہ اگر یہ نرم چھلکا بھی نہ ہوتا؟ پھر تو شاید اس خربوزہ کا وجود ہی ختم ہو جاتا اور آج، نہ یہ اس خربوزے کے ڈھیر میں موجود ہوتا اور نہ یہ تجربے کا باعث ہوتا — !!

مجھے کچھ متجسس اور خیالات کی بھول بھلیوں میں گم پا کر دوکاندار نے مخاطب کیا اور کہا "قدرتی بات ہے کہ کیڑے جب بھی پڑتے ہیں نہایت میٹھے خربوزوں میں پڑتے ہیں —!!

میں ایک جنرل مرچنٹ کی دوکان پر پہنچا۔ بڑی بھیڑ تھی کاؤنٹر تک پہنچنے کا رستہ بھی نہ تھا۔ جی چاہا آگے بڑھ جاؤں مجھے صرف میکلینس کی ایک ٹیوب خریدنا تھی لیکن اس بھیڑ میں ایک زندگی نظر آئی۔ ایک تحرک معلوم ہوا اور کیف محسوس ہوا میں اس بھیڑ کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ گاہک اپنی اپنی پسند اور ضرورت کی چیزیں خرید کر کھسکتے جا رہے تھے۔ بھیڑ کم ہوئی۔ اب میں سارے گاہکوں کو، ان کی پسندیدہ اشیاء کو اور جنرل مرچنٹ کو دیکھ سکتا تھا جس کا دماغ، زبان، ہاتھ اور پاؤں مشینی کل پرزوں کی طرح مسلسل مصروف حرکت تھے۔ اس ایک گاہک کو ٹاٹ کا بڑا سا تھیلا دیا۔ میں نے تھیلے کو دیکھا۔ لوئی سا تھا۔ گاہک نے سات آنے دیئے اور دوکاندار انہیں سیف میں پھینک کر دوکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک چھوٹی سی چیز نہایت خوشنما لفافے میں ملفوف کر کے لایا اور گاہک کو تھما دی۔ بڑا خوبصورت رنگدار اور دیدہ زیب پیکنگ تھا وہ۔ لیکن وہ چیز کیا تھی؟ میں نہ دیکھ سکا۔ گاہک نے اتنی چھوٹی سی چیز کے پانچ روپئے دیئے۔ اور چلا گیا۔ میں مجسم استفہام بن کر سوچنے لگا۔ کوئی قیمتی چیز ہوگی جو اتنے جمیل لفافے میں لپیٹ کر دی گئی ہے —! میں نے اپنی ضرورت کی چیز خریدی اور یہ سوچتے سوچتے آگے بڑھ گیا کہ — تھیلا — ٹاٹ کا تھیلا بے وقعت اور بے پردہ —! اور وہ نازک چھوٹی سی چیز — مگر خدا جانے کیا چیز؟ باوقعت اور رنگین و خوشنما پردوں میں ملفوف! ہوگی کوئی قیمتی چیز!!

مجھے ایک کتاب خریدنا تھی۔ میں کتب فروش کی دوکان پر پہنچا۔ مطلوبہ کتاب اور اس کی قیمت دریافت کی جو کتب فروش نے میرے زعم اور امید سے زیادہ بتائی۔ میں خریدنے سے انکار کر کے مڑنے لگا تو کتب فروش نے لیکچر دینا شروع کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں کتاب خرید لوں۔ لیکن اس کے لیکچر کے ہر فقرے کی تان یہاں آکر ٹوٹتی تھی کہ "دیکھئے نا! کتنا اچھا گرد و پوش لگایا گیا ہے" — گردپوش بلاشبہ عمدہ تھا۔ سہ رنگا اور خوشنما جس سے کتاب کو چار چاند لگ گئے تھے۔ چنانچہ میری جیب میں پیسے حرکت کرنے لگے اور میں نے کتاب خرید لی۔ گردپوش —! اصل کتاب کی حفاظت کرنے والا گردپوش۔ کتاب کو رگڑ اور گرد و غبار سے بچانے والا گردپوش —! واقعی گردپوش سے کتاب کی وقعت، دیدہ زیبی اور بھی بڑھ جاتی ہے — گردپوش چھلکے کا قائم مقام —!

میں نے کتابوں کی فہرست طلب کی۔ فہرست مل گئی اور میں اسے پڑھنے لگا۔ ہر کتاب کی تین قیمتیں درج تھیں یعنی غیر مجلد ایک روپیہ۔ مجلد سوا روپیہ — اور — مجلد مع گردپوش ڈیڑھ روپیہ —!!

غیر مجلد —!

مجلد!!

مجلد مع گردپوش —!!!

اب گاڑی کا وقت ہو چلا تھا۔ میں اسٹیشن پر پہنچا اور ٹکٹ لینے کیلئے ٹکٹ کی کھڑکی پر جا کھڑا ہوا۔ کچھ عورتیں بھی کھڑکی کے سامنے قطار میں کھڑی تھیں۔ اور حسب عادت شور مچا رہی تھیں۔ بکنگ کلرک نے کھڑکی میں جھک کر کہا "یہ صرف مردوں کی کھڑکی ہے عورتوں کی کھڑکی ادھر بائیں ہاتھ کو ہے"۔ میں نے کہا "بابو جی ان میں تو پردے اور علیحدگی کی کوئی پابندی نہیں —!" بابو نے کہا "پھر بھی ..... ؟" اس نے اپنا فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔ اور میں دیر تک اپنے ذہن میں مکمل کرتا رہا پھر بھی .... پھر بھی ... پھر بھی یہ صنف نازک ہے اور صنف کرخت سے دور رہنی چاہیئے۔ پردے میں اور علیحدگی میں —! کراکری اور ہارڈویر ایک دوکاندار میں نہیں ہونے چاہئیں —!

ٹکٹ لیکر میں پلیٹ فارم پر پہنچا۔ میری گاڑی آنے میں ابھی کچھ دیر تھی میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ سامنے والے پلیٹ فارم پر ایک ٹرین آکر رکی جو دہلی سے آئی تھی گاڑی رکتے ہی ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قلیوں کا شور مسافروں کا دھکم پیل اور سفر کی اکتاہٹ اور بے چینی کی وجہ سے جلد تر ریلوے اسٹیشن کی حدود کو چھوڑ دینے کی شدید خواہش۔ کچھ فاصلے پر ایک ڈبہ سے چند باراتی دولہے اور ڈھول باجوں سمیت اترے۔ تھوڑی دیر بعد کچھ بوڑھی عورتوں نے ایک بڑا سا لفافہ بمشکل تمام تمام کر ڈبے سے اتارا اور اسے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ مگر وہ رنگین لفافہ جھک گیا۔ دراصل وہ دلہن تھی۔ سمٹی سمٹائی اور لمبی لجائی وہ دوہری ہوئی جا رہی تھی اور بار بار اس کی انگلیاں گھونگٹ کو اوپر نیچے — اوپر نیچے سرکاتی تھیں۔ اور

اسکی وہ انگلیاں بھی دوپٹہ کے پلو میں لپٹی ہوئی تھیں وہ ہر آہٹ سے اپنے قدمے، اپنے آپ سے اور شاید اپنی جوانی سے بھی شرما رہی تھی۔ اس منظر کو جس سے متاثر ہو کر میں دیر تک دیکھتا رہا حسن کے تار فطرت کے ایک نقطہ سے جا ملتے تھے۔ مجھے بادام، تربوز، خربوزے، لفافہ اور گردوپوش یاد آگئے۔ اور میں فطرت کے ان مظاہر کو اپنے شعور اور ضمیر سے تطبیق دیتا اپنی ٹرین کا انتظار کرنے لگا۔

ٹرین آئی اور میں ایک ڈبہ میں جا بیٹھا۔ سامنے کے برتھ پر دو مسافر دفع الوقتی کے لئے اپنی اپنی اقتصادیات کا رونا رو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے افسوسناک اور کسی حسرت آمیز لہجے میں کہا "کل ہی کی بات ہے ہمارے گاؤں میں چوری کی ایک واردات ہوئی ہے۔ چور گھر کے دوسرے سامان کے علاوہ دفینہ بھی نکال کر لے گئے جس میں سونے کا بے شمار زیور تھا۔"
دوسرے نے اپنا تجربہ بتایا "گھر کا کوئی بھیدی چوروں کے ہمراہ ہوگا" میں نے بھی دلچسپی لی اور خبر سنانے والے سے پوچھا "سونے کے زیورات بھئی نے زمین میں کیوں دفن کر رکھے تھے؟" اس نے مجھے جاہل گردان کر کہا "اجی آپ کیا جانتے ہیں سونے کو تو لوگ سات پردوں میں رکھتے ہیں پھر بھی چور ہیں کہ ہر وقت تاک میں رہتے ہیں"

اس نے مجھے جاہل گردانا تھا۔ اسلئے میری عزت کو تازیانہ لگا اور میں نے اپنی معلومات کا رعب گانٹھتے ہوئے کہا "بھئی آپ کیا جانتے ہیں جو کچھ میں جانتا ہوں۔ میں نے تو قدرت کا یہ راز بھی جانا ہے کہ ہر قیمتی چیز پردوں میں مستور ہوتی ہے۔ آپ لوگ سونے کی بات کرتے ہیں میں نے ملایا میں روب گولڈ مائینز (Raub Gold Mines) دیکھی ہیں جو پہاڑوں کے ایک وسیع سلسلہ کے نیچے زمین کی گہرائیوں میں ہیں۔ اور ان گہرائیوں میں زمین کی نرم گرم چھاتی سے چمٹا ہوا سونا نہایت باریک ذرات کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ کانوں میں سے مٹی اکھاڑ کر چھوٹی چھوٹی ٹرینوں کے ذریعہ سے باہر لائی جاتی ہے اور بڑی بڑی ریفائینریز میں اسے صاف کر کے سونا الگ کیا جاتا ہے" ان میں سے ایک نے تعجب سے پوچھا "تو کیا وہاں سے ہر شخص مٹی اکھاڑ کر لا سکتا ہے"۔ میں نے کہا "نہیں وہاں مسلح سپاہی دن رات گشت کرتے رہتے ہیں" اس نے کہا "ہاں بھئی قیمتی چیز جو ہوئی ——!" وہ قیمتی چیز پر پہرے کا قائل تھا —— !!

رات کو میں واپس گھر پہنچا تو میرا ایک بے تکلف دوست میرا مہمان اور منتظر تھا۔ علیک سلیک کے بعد میں کھانا تیار کروانے لگا۔ چونکہ سخت سردی کا موسم تھا اس لئے میں نے اپنے دوست کے لئے بستر لگا دیا۔ وہ رضائی میں گھس گیا۔ اور رضائی کو ٹٹول کر ازراہ تفنن کہنے لگا "رضائی تو ریشمی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن تم نے ململ ایسے کپڑے کا غلاف چڑھا کر اس کی خوبصورتی کو مقفل اور ملفوف کر دیا ہے"۔ میں نے کہا "یہی غلاف تو اس رضائی کی خوبصورتی اور پائیداری کا ضامن ہے جب میلا ہوا دھو لیا اور رضائی ویسی کی ویسی اور نئی کی نئی" وہ تھا تو بڈھا اور کج بحث سا آدمی۔ لیکن نکتہ رس بھی تھا میری اس دلیل کا فوراً قائل ہو گیا۔ اور کہنے لگا "میں بھی واپس گھر جا کر اپنی ساری رضائیوں پر غلاف چڑھوا دوں گا —!"

کھانا کھا کر وہ اخبار پڑھنے لگا۔ یکایک اس نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور کہنے لگا "دیکھنا بھائی! کیا واہیات سی بات ہے" میں نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے اخبار کے ایک چھوٹے سے اشتہار پر انگلی رکھ کر اخبار میری طرف بڑھا دیا۔ وہ ایک "کرایہ کیلئے خالی مکان" کا اشتہار تھا۔ میں نے کہا مجھے تو اس میں کوئی بات قابل تعجب نظر نہیں آئی۔ وہ کہنے لگا دیکھو تو ذرا۔ اشتہار میں بھی مولویت ٹھونس دی گئی ہے۔ لکھا ہے بڑا باپردہ مکان ہے۔ بھلا یہ بھی مکانوں کی اقسام میں سے کوئی قسم ہے؟"
میں جانتا تھا کہ وہ پردے کا شدید مخالف ہے اور کئی بار مجھ سے اس مسئلہ پر بحث کر چکا تھا۔ لیکن آج میں کئی نئے ہتھیاروں سے لیس تھا۔ اور میں انہیں ذہن میں ترتیب دینے لگا مجھے خاموش پا کر اس نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا اور مجھ پر چوٹ کی "بتاؤ بھئی دوست! یہ پردہ کیا بلا ہوتی ہے؟!"
میں نے کہا "یہ بادام ہوتا ہے! یہ تربوز ہوتا ہے! یہ خربوزہ ہوتا ہے! یہ گردوپوش ہوتا ہے! یہ دلہن کا گھونگھٹ ہوتا ہے! یہ سونے کی کان ہوتی ہے! اور یہ ریشمی رضائی کا غلاف ہوتا ہے! جس کے ابھی ابھی تم قائل ہو چکے ہو!"
میرے پہلے جملے تو اس کے دائرہ فہم سے باہر تھے۔ لیکن آخری اور ریشمی رضائی والا جملہ اسے مرعوب کر گیا۔ لیکن عادتاً اپنی کٹ حجتی کو بروئے کار لا کر اس نے کہا "کیا مطلب!؟"
میں نے کہا "مطلب تو بالکل واضح ہے لیکن تم سمجھ کر بھی انجان بن رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم پردے کے نام تک سے بدکتے ہو اور اسی لئے طنز کا تیر تم نے میری طرف پھینکا تھا۔ لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم فطرت کے مظاہر کو کیا کرو گے؟ کتاب فطرت کا ہر ورق، ہر صفحہ، ہر سطر اور ہر لفظ تمہارے ضمیر سے اپیل کرتا ہے اور صبح شام یہ سبق دیتا ہے کہ جس چیز کو تم محفوظ رکھنا چاہتے ہو، اس پر کوئی خول، کوئی لفافہ اور کوئی غلاف چڑھا دو —! اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہو اس کی اتنی ہی زیادہ حفاظت اور پردہ داری کرو۔ چھلکا اور مغز لازم و ملزوم ہیں۔ اور کسی چیز کو دیرپا نہیں بنا سکتے جب تک تم اس کے لئے

چھلکے کا انتظام نہیں کرتے ۔ !"

اب میرا دوست میری باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا اور میرے ہتھیار کارگر تھے ۔ میں نے کہا "تم زبان سے تسلیم کرو یا نہ کرو ۔ لیکن تمہاری فطرت اقرار کرتی ہے کہ ایسا ہونا چاہئے ۔ اس کے ساتھ ہی تم ، غیر شعوری طور پر بھی اپنے عمل سے اس کا مظاہرہ دن رات کرتے ہو"

اس نے پوچھا "وہ کیسے" ؟ میں نے کہا "۔ اس طرح کہ مثلاً انڈا زیادہ گرمی میں جلد خراب ہو جاتا ہے تم اسے دیرپا بنانے کیلئے کئی نسخے استعمال کرتے ہو تم اس پر پتلے گوند کی تہہ چڑھا دیتے ہو یا اسے چونے کے پانی میں رکھ دیتے ہو اور یہ اس لئے کہ تم اسے دیرپا بنانا چاہتے ہو"

"پھر تم اس امر میں یقین رکھتے ہو کہ لوہے کو بارش اور زنگ سے بچانے کیلئے اس پر روغن یا نکل پالش کا ہونا ضروری ہے ۔ یا اس پر موٹے تیل یا گریس کی تہہ ہونا ضروری ہے ۔ اس لئے کہ تم محفوظ رکھنا چاہتے ہو ! پھر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کتابیں مجلد ہوں اور نہ صرف مجلد ہوں بلکہ الماریوں میں بند ہوں تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہیں ۔ بچوں کی کتابوں میں تو تم اور بھی احتیاط سے کام لیتے ہو اور مجلد کروانے کے بعد ان پر اخبار روزمرہ کے کاغذ چڑھا دیتے ہو اور یہی تمہارا عملی مظاہرہ ہے اس بات کا کہ تم غول کے قائل ہو ۔ !"

اب میرا دوست اثبات کے رنگ میں سر ہلا رہا تھا میں نے کہا "پھر تم فطرت کا یہ مظاہرہ دیکھو کہ اس جہان رنگ و بو اور عالم ہست و بود میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ قدرت کی طرف سے بڑی احتیاط کے ساتھ ملفوف کی ہوئی ہوتی ہے سنگترہ مالٹا ۔ کیلا ۔ تربوز ۔ خربوزہ ۔ گیہوں ۔ جو ۔ چنے چاول مکی ہر شئے ایک چھلکا رکھتی ہے جو اس کے مغز یا گودے کی حفاظت کرتا ہے ۔ اس میں یہی سبق ہے کہ ہر دیرپا اور قیمتی شئے کو ڈھک کر رکھو ورنہ مکھیاں اسے گندہ کر دیں گی ۔ کیڑے اس کا مغز چاٹ جائیں گے اور دوسرے حشرات الارض اسے ختم کر دیں گے یا نقصان پہونچائیں گے ۔ !"

"پھر تمہارا ضمیر اس امر کا بھی قائل ہے کہ جتنی کوئی چیز بھی زیادہ قیمتی ہو اتنی ہی زیادہ نگہداشت کی محتاج ہوتی ہے ۔ تمہارے پاس سائیکل ہے تو اسے معمولی سا تالا لگا دیتے ہو ۔ تمہارے پاس موٹر کار ہے تو اسے گیراج میں بند کر کے مضبوط قفل لگاتے ہو ۔ روپے اور زیورات کو محفوظ کرنے کے لئے آہنی تجوریاں رکھتے ہو ۔ بنکوں پر مسلح پہرے دار رکھتے ہو اور ٹکسالوں پر مسلح پولیس سے بھی مطمئن نہیں ہوتے بلکہ فوج کا سخت پہرہ رکھتے ہو ۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض معاملات میں تم اپنے ضمیر کی پکار کو ٹھکرا دیتے ہو ۔ !

"اب دیکھو نا ! میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کھانا لاکر تمہارے سامنے رکھا تھا جو ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اگر اسے ڈھک کر نہ لایا جاتا تو تم مجھے خواہ زبان سے کچھ نہ کہتے لیکن دل ہی دل میں مجھے بے تمیز ، بدتہذیب اور خدا جانے کیا کیا کچھ خطاب دیتے لیکن میں نہیں کیا خطاب دوں کہ تم اپنی سب سے قیمتی شئے کے حق میں ان نظریات کے قائل نہیں ہو یعنی اپنی عزت و عصمت اور ناموس کی حفاظت نہیں کرنا چاہتے !"

میرے اس فقرے سے میرے دوست کو جھٹکا سا لگا اور اس نے کہا "یعنی" میں نے کہا "یعنی یہ کہ دو ، دیکھو سامنے ریڈیو سیٹ رکھا ہے اس کا صرف بکس سا نظر آ رہا ہے جسے کیبنٹ کہتے ہیں ۔ اور اصل ریڈیو ریسیور اس کے اندر ہے اگر یہ کیبنٹ نہ بھی ہوتی تب بھی ریڈیو ریسیور اپنی ذات میں مکمل تھا اور مکمل ہے اگر میں تمہارے سامنے کیبنٹ کو الگ کر دوں اور سوئچ آن کر کے چلا دوں تو تم دیکھو گے کہ اس کے چلنے میں اس کے بولنے میں ، اس کی آواز میں اور اسٹیشن کیچ کرنے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ کیبنٹ بے مصرف چیز ہے"

اس نے کہا "نہیں اس سے سیٹ محفوظ رہتا ہے" میں نے کہا "یہی تو میں تم سے کہہ رہا تھا اسی کا نام پردہ ہے جس سے تم اس قدر بدکتے ہو اور یہی فطرت کی آواز ہے جسے ایک کے سوا باقی تمام امور میں تم تسلیم کرتے ہو اور اس پر عمل کرتے ہو"

اس نے کہا "شاید تم مجھے ان مثالوں سے اسلامی پردے کی طرف لا رہے ہو" میں نے کہا "اسلامی پردے کی طرف یا فطرت کی طرف ! بات ایک ہی ہے اسلام کیا ہے ؟ اسلام تو صرف فطرت کی لغات ہے جس میں رموز فطرت کے حامل تمام الفاظ کے معانی درج ہیں اور اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو فطرت صحیحہ سے متضاد ہو اور فطرت صحیحہ کی پکار ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانی ضمیر کی دہلیز پر دستک دیتی ہے اور یہ اسی ضمیر کی بازگشت ہے کہ پردے کے غیر قائلین میں بھی شرمانے ۔ لجانے اور گھونگٹ نکالنے کی رسم موجود ہے اور وہ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں اپنے غیر شعوری عمل سے اس کی تصدیق کریں گے"

اس نے کہا "اب چھوڑو مجھے نیند آ رہی ہے" میں نے کہا "نیند آ رہی ہے یا پیچھا چھڑا رہے ہو ؟ تم تخلیے میں لیٹ کر میری ان باتوں کا ردعمل اپنے ضمیر کی زبان سے سننا چاہتے ہو اچھا لیٹ جاؤ لیکن ان الفاظ کو بار بار یاد کرتے رہنا قیمتی چیز بغول غلاف چھلکا لفافہ ۔ اور یہ فطرت کی پکار ہے ۔ !"

اسیر الی اللہ کی رپورٹ قید سے

مکرم حمید اللہ صاحب خالد مربی سلسلہ سکھر سندھ راہ مولیٰ کے ان اسیران میں سے ہیں جو اس وقت سکھر جیل میں محض خدا تعالیٰ کی خاطر قید و بند کی صعوبت بڑے عزم صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔ جیل کے اندر تبلیغ حق جاری رکھے ہوئے اس مجاہد کی ماہ اکتوبر کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

۱۔ یہ مہینہ خاکسار نے اپنے چھ مجاہدین سمیت سنٹرل جیل سکھر میں گذارا اور تبلیغ و تربیت کا کام کرتا رہا۔

۲۔ درس قرآن کریم روزانہ بعد نماز فجر دیا جاتا رہا۔

۳۔ درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام روزانہ بعد نماز مغرب دیا جاتا رہا۔

۴۔ روزانہ پانچ نمازیں باجماعت اور نماز تہجد باجماعت قریباً پندرہ یوم ہوئی

۵۔ اپنے ساتھیوں کو مختلف اختلافی امور سمجھائے تربیتی امور پر توجہ دلائی

۶۔ روزانہ دو وقت صبح و شام خصوصی اجتماعی دعائیں ہوتی رہیں اسکے علاوہ بھی ذکر الٰہی تسبیح و تحمید اور تلاوت کلام پاک کی جاتی رہی جنہیں دیکھ کر ہر قیدی اور انتظامیہ کا ہر فرد بہت متاثر ہے۔ بعض افراد نے ہمیں بتایا کہ جب کوئی آپ لوگوں کے خلاف بات کرتا ہے تو ہمارا جواب یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے اکثر نے ان سے فائدہ لیا ہوگا۔ اور جب بھی ہم انکے پاس جاتے ہیں تو انہیں تلاوت قرآن کریم، نماز، درس اور ذکر الٰہی میں مصروف پاتے ہیں۔

۷۔ بعض غیر از جماعت دوست ہم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگوں پر اتنا بڑا کیس ہے کیا تمہیں موت کا ڈر نہیں۔ ہر وقت ہنستے مسکراتے اور ہشاش بشاش رہتے ہو۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

۸۔ تین صد افراد تک مؤثر پیغام حق پہنچایا گیا۔

۹۔ ساٹھ غیر از جماعت دوستوں کو کھانا کھلایا اور تین صد کی چائے سے تواضع کی گئی۔

۱۰۔ پچیس افراد کی تیمارداری کی اور چالیس مریضوں کو اپنے پاس سے ادویات دیں

۱۱۔ چار غرباء کو ۱۲۵ روپے اور ایک کو کپڑوں کا جوڑا دیا گیا۔

۱۲۔ بیس عدد لٹریچر دوستوں کو دیا گیا۔

۱۳۔ تین تبلیغی خطوط غیر از جماعت دوستوں کو لکھے گئے۔

۱۴۔ دو تاریخ سے روزانہ جوڈو کراٹے کی تعلیم لے رہا ہوں بیس تاریخ سے بیڈمنٹن کھیلنے کا موقعہ بھی مل رہا ہے۔

۱۵۔ تمام جماعتی اخبارات و رسائل کا مطالعہ کیا۔

۱۹۔۲۰۔۲۱ اکتوبر سمری ملٹری کورٹ میں ہمارے مخالف دو چشم دید گواہوں کے علاوہ اٹھارہ دیگر گواہان کے بیانات قلمبند ہوئے۔ SHO پولیس نے خاکسار کے خلاف زیادہ زور دینے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال ان کے متضاد بیانات سے جھوٹ عیاں تھا۔ کورٹ میں "اِنِّی مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ وَاِنِّی مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ" کے معجزات، امام وقت اور احباب جماعت کی درد بھری مقبول دعاؤں کے نظارے بچشم خود دیکھے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ہم سب کے حوصلے بلند ہیں اور راہ مولیٰ میں اپنی جان تک نذرانہ پیش کرنے کے خواہشمند ہیں آپ سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں صبر و استقامت دے۔ انجام بخیر ہو ہمارے خون کا آخری قطرہ خدا کی راہ میں کام آئے اور وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار حمید اللہ خالد مربی سلسلہ سکھر (سندھ)

یکم نومبر ۱۹۸۵

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کا سالانہ جلسہ

۲۷ - ۲۸ - ۲۹ جون ۱۹۸۶ء کو منعقد ہو رہا ہے

احباب جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امریکہ کی احمدی جماعتوں کا سالانہ کنونشن جلسہ ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ جون ۱۹۸۶ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

جلسہ سالانہ امریکہ کا پروگرام اور رہائش وغیرہ کے انتظامات کی تفصیل کا اعلان انشاء اللہ جلد ہی کیا جائے گا۔

جو احباب اس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائیں گے ان کی رہائش اور قیام و طعام کا انتظام جماعتی طور پر ہوگا۔

جلسہ سالانہ کے چندہ کی شرح ایک ماہ کی آمد کا دسواں حصہ ہے۔ تمام احباب جائزہ لے لیں اگر ابھی تک انہوں نے یہ چندہ ادا نہ کیا ہو تو جلد سے جلد ادا کر کے ممنون فرمائیں۔

(نیشنل سیکرٹری جماعت ہائے احمدیہ امریکہ)

مجلسِ عرفان

بتاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء بمقام مسجد فضل لندن - انگلستان

س: کیا عورت شادی سے پہلے مرد سے یہ شرط کر سکتی ہے کہ وہ دوسری شادی نہیں کرے گا۔

ج: حضور نے فرمایا، کسی عورت کے لئے شادی سے قبل معاہدہ کرنا کہ اس کا خاوند اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا جائز ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی اس خاوند کو یہ اجازت ہے کہ اگر وہ کسی وجہ سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ اس بیوی کو طلاق دے کر دوبارہ شادی کرے کیونکہ وہ معاہدہ صرف اسی وقت تک قائم ہے جب تک کہ وہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہے۔ اسلام میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت تو ہے لیکن حکم نہیں۔ اس لئے ایسا معاہدہ کر لینا اسلام کی رو سے جائز ہے۔ اگر مسلمان مرد اور عورت کے لئے یہ معاہدہ کرنا کہ وہ ایک دوسرے کو طلاق نہیں دیں گے قرآن کریم کے حکم میں دخل اندازی کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ اگر ان کی شادی شدہ زندگی میں کسی وقت ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ طلاق ناگزیر ہو جائے تو ایسے معاہدہ کی موجودگی میں دونوں فریق شدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہونے کے باوجود اس جہنم سے چھٹکارا نہیں پا سکیں گے پس ایسا معاہدہ قرآن کریم کی پالیسی اور احکام الٰہی کے خلاف ہوگا۔ اس لئے ایسے معاہدے کی اجازت کسی بھی عورت کو نہیں دی جا سکتی۔ کسی عورت کے اس مطالبہ کی صورت میں کہ اس کا خاوند اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرے مرد کے لئے اس کو طلاق دے کر دوبارہ شادی کر لینے کی گنجائش رہ جاتی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کہ یہ بات میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ آپؑ نے اسلام میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت پر بعض لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے چشمہ معرفت میں لکھا ہے:۔

"اسلام نے ایک سے زیادہ شادی کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف اجازت دی ہے اور وہ بھی خاص حالات کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کو پوری کر سکے تو اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ اگر عورت مرد کی مستی اجازت کے مطابق اپنے خاوند کی دوسری شادی کی متحمل نہ ہو سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ شادی سے قبل معاہدہ کر کے اس کو دوسری شادی نہ کرنے کا پابند کرے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اگر کسی فرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دوسری شادی نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہوا ہے تب اس کو دوسری شادی کے لئے اپنی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت ہوگی ورنہ نہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شبانہ روز مصروفیات

۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء تا ۴ جنوری ۱۹۸۶ء

پیارے آقا کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضور انور تمام احباب جماعت کو محبت بھرا سلام کہتے ہیں۔

عرصہ زیر رپورٹ میں چند ممالک کے تین سو سے زائد افراد کو حضور نے شرف ملاقات بخشا۔ ۳ جنوری کو آکسفورڈ کی جماعت نے نصرت ہال مسجد فضل لندن میں حضور انور سے شرف ملاقات پایا۔

لندن مشن ہاؤس کے عہدیداران اور جملہ دفاتر کے انچارج صاحبان حضور کی خدمت میں معمولاً حاضر ہو کر دفتری امور پر گفت و شنید کرتے رہے۔ نومبائع احمدی مکرم ابراہیم لیمبو صاحب جو انوار خلافت سے متمتع ہونے اور تعلیم و تربیت کے لئے کچھ عرصہ سے لندن مشن ہاؤس میں مقیم ہیں بھی حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کرتے رہے۔ دنیا کی مختلف گیارہ زبانوں میں ۱۲۷۵ خطوط حضور کی خدمت میں موصول ہوئے جنہیں حضور نے ملاحظہ فرمایا اور ان کے جوابات عطا فرمائے۔ مرکز سلسلہ اور دیگر ممالک سے دفتری معاملات اور دیگر مسائل کے بارہ میں ۷۰۱ صفحات پر مشتمل رپورٹس بھی حضور کی خدمت میں موصول ہوئیں۔ سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتب، مسودات، اخبارات اور علمی مسودے بھی حضور نے ملاحظہ فرمائے۔ علاوہ ازیں ۶۲ تاریں موصول ہوئیں جن پر فوری کارروائی کی گئی۔ حضور نے اندرون ملک اور بیرون ملک بعض افراد اور مبلغین سے ٹیلیفون پر بھی رابطہ فرمایا۔

س: اگر حکام ظالم اور غیر منصف ہوں تو اسلامی رعایا کا کیا رویہ ہونا چاہیئے؟

ج:۔ ایک مسلمان کو ایک ظالم حاکم کے ملک میں کس طرح رہنا چاہیئے اس کی عملی مثال پاکستان میں بسنے والے احمدی ہیں۔ جب ان کے دین میں دخل اندازی کی گئی اور انہیں بنیادی فرائض سے روکنے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے کوئی تعاون نہ کیا۔ جب ان کو کلمہ پڑھنے سے روکا گیا تو ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی احمدی نے ان کی بات کو مان کر کلمے سے دستبردار ہونا گوارا کر لیا ہو۔ اور اس بات کی رتی بھر بھی پرواہ نہ کی کہ عدم تعاون کی صورت میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ لیکن جہاں تک ایسے فرائض کی بجا آوری کا تعلق ہے جو قرآن کریم کے لازمی احکام میں شامل نہیں مثلاً اذان وغیرہ دینا تو شروع میں احمدیوں نے ان کے ساتھ تعاون کیا لیکن بعد میں انہوں نے خود ہی فیصلہ کر کے کہ قرآن کریم نے جو حقوق دیئے ہیں ان کا حصول پاکستان کا شہری ہونے کی حیثیت سے ان کا بنیادی حق بنتا ہے انہوں نے اذانیں دینی شروع کر دیں۔ چنانچہ اس پر انہیں سزائیں وغیرہ بھی دی گئیں لیکن وہ ایسی سزاؤں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اب پاکستان میں بہت سی مساجد میں اذانیں دی جا رہی ہیں۔ بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے مطابق ایسی ظالم اور جابر حکومت سے تعاون کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارشادات قرآنی اور احادیث نبوی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ظالم حاکم کے خلاف اسی ملک میں رہتے ہوئے بغاوت نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی ملک چھوڑ سکتا ہے تو چھوڑ کر چلا جائے اور بعد میں تیار ہو کر حملہ کر کے اس ملک کو ظالم حاکم سے آزاد کروا سکتا ہے لیکن اس ملک میں رہتے ہوئے اس STATE کے احکام کو نظر انداز کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ وہ قرآن ~~کے بنیادی احکام کی بجا آوری کے~~

کے بنیادی احکام کی بجا آوری میں حائل نہ ہوں۔

س: اسلام COLLS سے سے میں شادی کی اجازت دیتا ہے لیکن موجودہ تحقیق اسے مضر قرار دیتی ہے۔ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

ج: حضور نے فرمایا۔ اسلام جو ایک مکمل اور فطرتی مذہب ہے رشتہ داروں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام کا کوئی حکم سائنس اور حقائق صحت کے اصولوں کے خلاف نہیں۔ یہ نظریہ جو آج کل عام ہو رہا ہے کہ خونی رشتہ داروں میں شادیاں آئندہ نسل کے لئے مضر رساں ہیں بالکل غلط ہے۔ فرمایا۔ میں اس بارہ میں بہت چھان بین کی ہے اور مجھے اچھی طرح علم ہے کہ محققین کی کیا رائے ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر متواتر اپنے خونی رشتہ داروں میں شادیاں کرتے رہیں تو چند نسلوں کے بعد دو قسم کے اثرات ہوتے ہیں پہلا یہ کہ انسانی کیریکٹرسٹکس میں جو کمزور یا دبے ہوئے اثرات ہوتے ہیں وہ بار بار ظاہر ہونے لگتے ہیں

بعض اوقات معذور بچوں کی پیدائش کا موجب بنتے ہیں اور دوسری طرف اچھے اور بعض طرح سے بھی ملتی جلتی ہو کر ذہین بچے پیدا ہونے کا موجب بنتے ہیں اور ایسے بچوں کی ذہانت کا معیار بہت بلند ہوتا ہے۔ ایسی قومیں جن میں اپنے خاندان یا برادری سے باہر شادی کا رواج نہیں۔ ان میں ایک خاص قسم کی قابلیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہود من تقریباً تین ہزار سال سے اپنے خاص حلقے میں ہی شادیاں کر رہے ہیں اور باہر کا خون بہت کم ان میں شامل ہوا ہے۔ اس لئے ایک خاص قسم کی ہوشیاری اس قوم کا خاصہ بن چکی ہے۔ اسی طرح بعض معذور بچے بھی ان میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ جب کہ باہر سے تازہ خون بالکل شامل نہ ہو۔

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا!
تجھکو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ
(درثمین)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تشریف آوری

پروفیسر سلام صاحب کی ساٹھویں سالگرہ پر رسالہ تہذیب الاخلاق کے عبدالسلام نمبر کا اجراء

ڈیپارٹمنٹ آف بایوٹیکنولوجی اور سنٹر فار پروموشن آف سائنس کا افتتاح!

دورانِ تقریب پروفیسر سلام صاحب کے نام پر کئی ایوارڈز کے جاری کرنے کا اعلان

از محترم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب فریدی۔ علی گڑھ

علی گڑھ ۱۴ رجنوری ۱۹۸۷ء۔ آج شام پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بذریعہ کار دہلی سے علیگڑھ وارد ہوئے۔ یونیورسٹی کی طرف سے نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ اور روایتی شان و شوکت اور شہسوار دستے کی طرف سے گارڈ آف آنرز اور ریڈ کارپٹ ویلکم (RED CARPET WELCOME) سے تقریبات کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۴ رجنوری شام سات بجے انجینئرنگ کالج کمپلکس کے اسمبلی ہال میں ایک باوقار فنکشن میں تہذیب اخلاق رسالے کا (جس کے بانی سرسید احمد خان تھے) عبدالسلام نمبر کا اجراء پروفیسر عبدالسلام کے ہاتھوں نہایت خوبصورت اور جوش و خروش کے ساتھ ہوا۔ پوری تقریب بہت احسن رنگ سے منعقد ہوئی۔

بعد ازاں اسی رات آٹھ بجے ڈیپارٹمنٹ آف فزکس میں محترمی ڈاکٹر صاحب کو نہایت شاندار استقبالیہ دیا گیا۔ اس سلسلے میں پورے ڈیپارٹمنٹ میں چراغاں کیا گیا۔

۱۵ رتاریخ کو ہندوستان کے پہلے بایوٹیکنالوجی انسٹی ٹیوٹ آف علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا سنگِ بنیاد محترم پروفیسر عبدالسلام صاحب نے رکھا۔ اس سلسلے میں بہت سے پریس کے نمائندے خاص طور پر مدعو تھے۔ تیس ملین روپے سے بننے والے اس انسٹی ٹیوٹ پر عبدالسلام صاحب نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ آپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی کوششوں پر یونیورسٹی کے رول کو بہت سراہا۔ بعد ازاں سابق گورنر بہار اور یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر آف بہار یونیورسٹیز نے بھی اسے بہت سراہا۔

۱۵ رتاریخ کو دن کے بارہ بجے کینیڈی ہال آڈیٹوریم میں ایک نہایت شاندار اور پروقار تقریب میں سنٹر فار پروموشن آف سائنس کا افتتاح بھی ہوا۔ جس میں یونیورسٹی اور باہر کی بہت سی اہم شخصیتیں شامل ہوئیں۔ اس تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک کی سحر انگیز آیات اور اس کے انگریزی ترجمے سے ہوا۔ بعد ازاں جناب وائس چانسلر کا استقبالیہ خطبہ ہوا جس میں پروفیسر صاحب کا مکمل تعارف ہوا۔ اور آپ نے نہایت پرجوش الفاظ میں تیسری دنیا کے واحد مسلم سائنسدان کو بہترین خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اس کے بعد پروفیسر سلام صاحب کا تفصیلی خطاب تشہد و تعوذ سے شروع ہوا۔ جو ایک گھنٹہ کا تھا۔ اس دوران کینیڈی ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ اور آپ کا خطاب مکمل خاموشی اور وقار کے ساتھ تمام احباب نے سنا۔ اور اسے بہت سراہا۔ آغاز میں آپ نے تہذیب اخلاق رسالے کا شکریہ ادا کیا اور مزید فرمایا کہ دنیا کی کم و بیش ۲۴ یونیورسٹیوں نے D.Sc. کی اعزازی ڈگری دی۔ لیکن اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ مجھے کونسی ڈگری سب سے عزیز ہے تو میں بلا تکلف کہوں گا کہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی ڈگری سب سے پیاری ہے۔

آپ نے اپنی طویل تقریر میں نہایت مدلل طریق

پر قرآن کریم سے آیات پیش کرتے آگاہ فرمایا کہ قرآن کریم میں کم وبیش ۷۵۰ آیات یعنی ⅛ قرآن صرف علم اور سائنس کی تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور ان میں سے کم ازکم ۲۲۰ آیات صرف سائنس پر مبنی ہیں۔ آپ نے کہا کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے بارے میں خود خدا نے فرمایا لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

بعد ازاں آپ نے مسلم دور کے اس روشن باب کا ذکر کیا جب تمام سائنس مسلم سائنسدانوں کے ہاتھ میں تھی اور اس زمانہ کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے مفصل بیان کئے۔ آج کی زبوں حالی کا ذکر کیا کہ مسلمان تمام دُنیا سے سائنس میں کتنے پیچھے ہیں اور دوسرے ممالک سے موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ دوسرے ممالک میں سائنس اور Technology پر کیا خرچ کیا جاتا ہے۔

تاہم پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ سائنس کی شان وشوکت کے پرانے دنوں کو دوبارہ لانا ممکن ہے اگر نوجوانوں میں جذبہ پیدا کیا جائے اور قرآن پر غور وتدبر کیا جائے۔ سائنس کے فروغ کے لئے کچھ اقدام کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قرآن میں دو لفظ آتے ہیں تفکر اور تسخیر۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ سائنس پر تفکر اور غور کریں اور پھر اُسے سمجھیں۔ حل کرنے اور تسخیر کرنے کی کوشش کریں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ Talents Funds قائم کئے جائیں تاکہ بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاسکے۔ آپ نے اِس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مذہبی سکولوں میں سائنس کی تعلیم ضروری قرار دی جائے بلکہ مذہبی خطبہ جات میں سائنس کی تعلیم پر قرآن کی روشنی میں زور دیا جائے تاکہ مسلمانوں میں خصوصًا سائنس کی تعلیم کو فروغ دیا جاسکے۔ آخر میں سورۃ لقمان سے کچھ آیات پیش کرتے ہوئے آپ کے فصیح وبلیغ انگریزی خطبہ کا اختتام ہوا۔ جو بہت سراہا گیا۔

اس کے بعد چانسلر صاحب اے۔ یم یو (A.M.U.) علی گڑھ اور سابق گورنر بہار محترم اے۔ آر۔ قدوائی نے اپنے صدارتی خطاب میں درخواست کی کہ محترم پروفیسر صاحب کا خطبہ پرنٹ کرایا جائے اور تقسیم کروایا جائے تاکہ سب اس سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ سائنس کی دُنیا میں ان کا Contribution گراں قدر ہے اور یقینًا سلام صاحب نوبل انعام یافتگان میں سب سے ممتاز مسلمان سائنس دان ہیں۔ بعد ازاں کانفرنس ڈائریکٹر نے پروفیسر صاحب کا خصوصًا اور تمام شمولیت کرنے والوں کا عمومًا شکریہ ادا کیا۔ اور یونیورسٹی ترانے کے پُر شوکت ماحول میں یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

سلام صاحب کے خطاب کے دوران ہی بڑے پُرجوش انداز میں بہت سے ایوارڈز اور اسکالرشپ سلام صاحب کے نام سے جاری کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ان میں ۱۲۰۰/- روپے سالانہ پروفیسر عبدالسلام ایوارڈ برائے فزکس ہے۔ اور پروفیسر عبدالسلام ایوارڈ اُردو میں سائنس پر بہترین مضمون تہذیب اخلاق میں لکھنے پر اور پروفیسر عبدالسلام فاؤنڈیشن ایوارڈ جاری کرنے کا اعلان ہوا۔ جس پر پروفیسر عبدالسلام صاحب نے بھی ہر سال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سائنس سٹوڈنٹس کے لئے ایک ہزار ڈالر کے اسکالرشپ کا اعلان فرمایا۔ پوری تقریب میں موجود ہزاروں students اور سٹاف نے پوری توجہ اور دلچسپی سے پوری کارروائی کو سُنا۔

اِس فنکشن کے بعد پروفیسر سلام صاحب کے لئے یونیورسٹی پر مبنی ڈاکومنٹری (دستاویزی) فلم اور اقبال پر مبنی ایک اور دستاویزی فلم کے خصوصی شو کئے گئے۔ اِس دوران ناچیز کو بھی پروفیسر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہُوا۔

اِس کے بعد سلام صاحب روایتی شان وشوکت سے ۷۰ ۳ بجے روانہ ہوئے اور ہزاروں کی بھیڑ نے انہیں نہایت تپاک سے الوداع کہا۔ اِسی دن شام چار بجے کیننگ سنٹر میں بھی سلام صاحب کی ایک تقریر ہوئی۔ اور اِس طرح سلام صاحب کا U.M.B. (بنارس؟) اور U.M.A. پر مشتمل ہندوستان کا دورہ اختتام کو پہنچا۔

اِس موقعہ پر پروفیسر سلام صاحب سے ملاقات کے سلسلہ میں دوسرے مہمانان کرام میں محترمی سید فضل احمد صاحب ریٹائرڈ آئی جی اور حافظ ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب قابل ذکر ہیں۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے اِسی دوران ہونے والے سیمینار میں ایک مقالہ بھی پڑھا جو بہت مقبول ہوا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۰ جنوری بروز جمعہ مجلس عرفان مسجد فضل لنڈن میں دنیا کے تمام احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے شہد کے بارہ میں تحقیقات کرنے کے متعلق فرمایا۔

"میں تمام احمدیوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس میدان میں آگے بڑھ کر دنیا کو دکھا دیں کہ قرآن کریم کے ان حقائق سے پردہ اٹھانے والے سب سے پہلے وہی ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہدایات تو مسلمانوں کو دیں ہیں مگر مسلمان خاموش بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو کتاب نہیں پڑھتے اور کتاب پر ایمان نہیں لائے ہمیشہ ہم سے ایک قدم آگے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں اس میدان میں اہل علم احمدیوں کو آگے بڑھ کر کام کرنا چاہئے۔ انفرادی طور پر یا مجموعی طور پر لیکن اس کام کو سائنٹفک طریقے سے کرنا چاہئے۔ محض اٹکل پچو سے کام نہ چلایا جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات جو مدنظر رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں شہد کے رنگ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ "مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ" شہد کی مکھی جو عرق تیار کرتی ہے اس کی جن دو خصوصیات کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے ان میں سے ایک مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ ہے میرے خیال میں اس سے مراد صرف رنگ ہی نہیں کیونکہ عربی زبان میں "لَوْن" زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سو میرا مشورہ یہ ہے کہ لفظ لون کی تحقیق کریں۔ اس میں چھپے ہوئے پیغام کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس ایک لفظ میں مختلف بیماریوں کے علاج کا راز مخفی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ شہد کے رنگوں کا نمونہ تیار کریں تو شاید آپ کو قدرت کے اس سربستہ راز سے آگاہی ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک خاص رنگ کا شہد ایک خاص بیماری کے لئے مفید ہو۔ یہ اتنا آسان کام نہیں۔ اس میں محنت شاقہ اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ لفظ "لون" قرآن کریم میں بلاوجہ بیان نہیں کیا گیا۔ اس میں ضرور کوئی پیغام مخفی ہے۔ اور اس پیغام میں مختلف بیماریوں کے علاج کا راز مضمر ہے اب اس پیغام کا پتہ لگانا آپ کا کام ہے۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کے مطابق تمام اہل علم طبقہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس میدان میں آگے بڑھیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے شہد کے متعلق معلومات حاصل کریں اور تجربات کی روشنی میں جو بھی تحقیقات کریں اس کی تفصیلی رپورٹ حضور انور کی خدمت میں بھجوائیں۔

Many prisoners have been held incommunicado for months after their arrest. This is the period when torture or other ill-treatment has been regularly reported.

Amnesty International said it was also concerned about short-term political arrests, cruel punishments and the use of the death penalty in Pakistan.

It noted that the total number of prisoners of conscience was believed to be lower than in earlier years, when thousands were sometimes in custody. Among those arrested now are people held for trying to engage in non-violent political activity and members of the Ahmadiyya community—who have been banned from calling themselves Muslims.

More than 140 people are reported to have been sentenced to death, most of them on criminal charges, in 1983 and 1984; over two-thirds of them were condemned by special military courts. Flogging is frequently imposed by summary and other courts, and sentences of amputation have been handed down, though Amnesty International has not received confirmation that any have been carried out.

URDU WEEKLY FORCED TO CLOSE DOWN

A recent report from Pakistan reveals that a reputable Urdu weekly *Lahore,* published at Lahore, Pakistan is being forced to close down by Pakistan authorities. The method employed is very uncommon and unique; the railway and postal authorities simply destroy all the bundles containing this journal. It has been going on for a considerable period, and inspite of the repeated requests and complaints the authorities failed to stop the loss. Thus it has caused a great anxiety to its readers and subscribers and a heavy financial loss to its publisher.

Lahore weekly has been in circulation since 1952, and is the only weekly published in Pakistan whose editor is an Ahmadi Muslim. The Government of Pakistan has already forced the *Daily Alfazal,* the official organ of the Ahmadiyya Movement in Islam, to stop its publication. Moreover a number of issues of the other periodicals, even those remotely connected with the Ahmadiyya Movement in Islam, have been banned or confiscated.

Ahmadiyya Movement in Islam is known as a peaceful religious body, all over the world, and is actively engaged in the revival of moral and religious values. None of its members has ever taken part in any terrorist activity anywhere in the world.

Pakistan Government, according to its declared policy, is bent upon harassing and persecuting this most loyal and law abiding community, the above example of its hostility is the latest one.

I protest very strongly against this injustice and deliberate flouting of the constitution of Pakistan and invite the attention of the free press of the world to take note of this inhuman behavior of Pakistan authorities. The *Lahore* must not be allowed to close down. R. Ahmed, Santos Road, London, SW 18

کیا آپ تک یہ آواز پہنچ گئی ہے؟

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"ہر احمدی جس تک میری یہ آواز پہنچتی ہے وہ خود اپنا نگران بن جائے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرے کہ میں نے سال کے اندر اندر ایک احمدی ضرور بنانا ہے اور دعا کرے تو یہ کچھ مشکل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کوئی چیز آپ کو دینا چاہتی ہو تو ہاتھ بڑھا کر اس کو نہ لینا سخت ناشکری ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۵)